Majallah Tahqiq
Research Journal of
the Faculty of Oriental Learning
Vol: 34, Sr.No.92, 2013 pp 89 - 98

مجلّہ تحقیق
مجلّہ کلیہ علوم شرقیہ
جلد ۳۴، جولائی۔ستمبر ۲۰۱۳ء، شمارہ ۹۲

احمد رضا احمدی، ایک منفرد ایرانی شاعر

دکتر شعیب احمد☆ دکتر احسان احمد☆☆

Abstract:

Ahmad Riza Ahmadi is one of the most famous poets of modern Persian poets. He is known as the founder of "Moj-e-No" in Iran. His poetry is full of expressions and modern thinking trends. His selected poems are translated in English, French, Arabic, German, and Korean languages. N.M. Rashid and Dr. Moeen Nizami also translated some of his works in Urdu.

فارسی ادب اپنے آغاز سے اب تک اپنے شاعروں اور قلم کاروں کی فکری توانائیوں اور فنی استعداد اور مہارت کی بنا پر دنیا میں اپنا مستقل اعلیٰ مقام قائم رکھے ہوئے ہے۔ شاعری کی کلاسیکی روایت سے لے کر جدید اور جدید ترین کے مراحل طے کرتے ہوئے فارسی کا دامن کسی دور میں بھی معتبر اور متاثر کن ناموں سے خالی نہیں ہوا بلکہ ہمیشہ عالمی ادب میں اپنی مضبوط اور قابلِ قدر پہچان کرواتا چلا آیا ہے۔

☆ اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ فارسی، پنجاب یونیورسٹی، لاہور
☆☆ اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ فارسی، سرگودھا یونیورسٹی، سرگودھا

بیسویں صدی عیسوی کے نصف اوّل میں فارسی شاعری میں جدیدیت کا آغاز ہوا جب نیما یوشیج نے پابند شاعری پر بھرپور گرفت کے باوصف قافیے، ردیف اور طے شدہ اوزان و بحور کے دائرے میں نا آسودگی اور تشنگی کا احساس کرتے ہوئے اس دائرے کو توڑا اور شاعری میں نئے ہیئتی تجربات کیے۔ لامحالہ موضوعات میں بھی تنوع اور وسعت پیدا ہوئی۔

نیما یوشیج کے اس خالص تخلیقی، دلیرانہ اور انقلابی اقدام کا سبب بلاشبہ مغرب میں رونما ہونے والی جدیدیت کی تحریکیں بھی تھیں اور اس کو انگریزی اور فرانسیسی جدید شعری تجربات اور رجحانات کے زیر اثر اوران کا تسلسل قرار دیا جاسکتا ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ بین الاقوامی اور ملکی سطح پر پیدا ہونے والے سیاسی، اقتصادی اور معاشی و معاشرتی حالات کی دگرگونی بھی اس بات کا سبب (راشد، ۱۹۸۷:۱) بنی کہ شاعر فنی اور فکری سطح پر وسیع تر امکانات کے ساتھ نہ صرف اپنی بات لوگوں تک پہنچا سکے بلکہ ان حالات و واقعات کے نتیجے میں پیدا ہونے والی تبدیلیوں کی تہذیب و تخریب میں اپنا حصہ ڈال سکے۔ شاعر کے اس دلیرانہ تخلیقی تجربے نے فارسی شاعری کے نہ صرف ظاہری خدّ وخال میں تبدیلی پیدا کی بلکہ اس میں وہ موضوعات اور مسائل بھی داخل ہونے لگے جو اس سے پہلے فنی لطافتوں پر گراں قرار دے کر نظر انداز کردیے جاتے تھے یا دوسرے لفظوں میں جن کے بیان سے شعر کی روایتی لطافت مجروح ہوتی تھی۔ نیما کی اس جسارت نے بہت جلد ایک تحریک کی شکل اختیار کرلی۔ یہ تحریک اپنے ساتھ اپنے مقلدّین اور معترفین کے علاوہ ناقدین اور مخالفین کو گروہ در گروہ لے کر چلتی رہی اور اس سفر میں جدیدیت یا آزادی خواہی کے پروانے آہستہ آہستہ قافیہ، ردیف اور حتیٰ کہ بحر اور وزن کی زنجیروں کو توڑتے ہوئے جدید فارسی شاعری کو جدید تر اور پھر جدید ترین کے مرحلے تک لے آئے۔ جدید ترین کے مرحلے کا اہم ترین شاعر احمد رضا احمدی ہے جسے ایران میں 'مُوجِ نو' کے نام سے شروع ہونے والی تحریک کا سرخیل مانا جاتا ہے (لنگرودی، ۱۳۷۰: ۳/۳۲)۔

احمد رضا احمدی ۱۹۴۱ء میں ایران کے مردم خیز علاقے کرمان میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم دبستان زردشتی، کرمان اور دبستان ادب صفوی میں حاصل کی۔ ۱۹۴۸ء میں تہران منتقل ہوئے اور مختلف مدارس میں زیرتعلیم رہے۔ ۱۹۵۴ء میں دارالفنون میں داخلہ لیا۔ اس دوران مختلف جگہوں پر ملازمت بھی کی۔ دو سال ایرانی فوج میں بھی خدمات انجام دیں۔

احمد رضا احمدی نے ڈرامہ نگاری بھی کی لیکن جدید ترین لب و لہجے کے شاعر کے طور پر زیادہ شہرت پائی۔ تحت اللفظ بہت اچھا پڑھتے ہیں۔ انہوں نے اپنے عہد کے کئی جدید شاعروں خاص طور پر سہراب سپہری کا کلام تحت اللفظ ریکارڈ کروایا ہے۔ شکل و صورت میں اردو کے صاحب طرز شاعر منیر نیازی کے ساتھ کافی مشابہت ہے اور کلام میں بھی جا بجا منیر نیازی کا عکس جھلکتا ہے۔ یو۔ ٹیوب پر ان کے کئی قابل توجہ مصاحبے بھی دستیاب ہیں۔

اب تک احمد رضا احمدی کی شاعری کے سات مجموعے اشاعت پذیر ہو چکے ہیں۔ ان کی چھ نثری تصانیف اور بچوں کے لیے بارہ کتب دستیاب ہیں۔ عربی، اردو، فرانسیسی، جرمنی، اطالوی، جاپانی اور کوریائی زبانوں میں ان کی منتخب نظموں کے تراجم شائع ہو چکے ہیں۔ ن۔ م۔ راشد، اور ڈاکٹر معین نظامی نے ان کی متعدد نظموں کے اردو تراجم کیے ہیں۔ احمدی کو اب تک کئی اعزازات سے بھی نوازا جا چکا ہے۔ ۲۰۰۶ء میں نظموں کے مجموعے کی اشاعت پر حکومت ایران کی جانب سے ایوارڈ دیا گیا۔ ۲۰۰۹ء میں پرواز در شب پر بچوں کے ادب کا پہلا انعام حاصل کیا۔ ۲۰۰۹ء میں ہی بچوں کے ادب کا ایک اور باوقار ایوارڈ ان کے حصے میں آیا۔ انہوں نے بچوں کے لیے ۳۰ کتابیں لکھیں۔ ۲۰۱۰ء میں انھیں Hanschristain Andersen Award سے نوازا گیا۔ بچوں کے لیے لکھی جانے والی ان کی چھ کہانیاں فرانسیسی زبان میں کتابی صورت میں شائع ہو چکی ہیں۔ ۲۰۱۱ء میں ہی حکومت ایران نے انھیں بچوں کے عالمی ادبی ایوارڈ Astrid Hindgreen Memorial Award کے لیے

بھی نامزد کیا۔

احمدی بہت مقبول شاعر ہیں۔ ایران کے کئی نامور گلوکاران کا کلام گا چکے ہیں۔ اہم ترین موسیقاران کے کلام پر دھنیں ترتیب دے چکے ہیں اور کئی مصوروں نے ان کی شاعری کو موضوعِ تخلیق بھی بنایا ہے۔

۱۳ جنوری ۲۰۱۱ء کو ان کی ستّرویں سالگرہ کا جشن منایا گیا جس میں احمدی نے بتایا کہ ان کی مزید پندرہ کتابیں اشاعت کے لیے تیار ہیں۔ انھوں نے یہ خواہش بھی ظاہر کی کہ وہ اپنی زندگی میں ہی ان کی اشاعت دیکھ لینا چاہتے ہیں۔ حال ہی میں ان کا کلیات ''ہمۂ شعرھایِ من'' کے نام سے تین جلدوں میں شائع ہوا ہے۔ وہ آج کل اپنی سوانح عمری لکھنے میں مصروف ہیں۔ ان کی یہ کتاب بھی بلاشبہ کئی حوالوں سے بے حد اہم ہوئی۔

احمد رضا احمدی کی شاعری کی مجموعی فضا قاری کے دل و دماغ پر کوئی لگا بندھا مجموعی تاثر نہیں چھوڑتی۔ اس کی شاعری تضادات اور رنگارنگی کا مجموعہ ہے۔ وہ آپ کو اُداس نہیں کرتے لیکن خوش بھی نہیں کرتے۔ وہ مصائب و آلام کا رونا بھی نہیں روتے اور ''سب اچھا ہے'' کی گردان بھی نہیں کرتے۔ ایسا بھی نہیں ہے کہ ان کی شاعری اجتماعی دکھوں کا آئینہ ہو اور یوں بھی نہیں کہ انھوں نے اپنے ذاتی دکھ کا دائرہ نہ توڑا ہو۔ وہ کسی خاص عقیدے، کسی خاص مکتبۂ فکر یا کسی خاص اسلوب کے پیروکار نہیں، اپنا رستہ خود بناتے ہیں۔ اپنی بات اپنے طریقے سے کہتے ہیں اور جو کچھ بھی آس پاس جیسا اور جتنا نظر آتا ہے، بڑی آسانی سے دوسروں کو دکھا دیتے ہیں۔ ان کی شاعری کا مطالعہ ایک صحت مند انسان سے خوشگوار ملاقات جیسا ہے۔ ایک ایسا آدمی جو خندہ جبینی سے ملتا ہے۔ آپ کو آسودہ ماحول دیتا ہے، آپ کے درد کو محسوس کرتا ہے آپ کے ساتھ کھکھلا کر ہنستا ہے، آپ کے ساتھ رہتا ہے اور پھر کسی وقت آپ کے ساتھ نہیں بھی رہنا چاہتا۔ ان کی شاعری کا مطالعہ آپ کو آسودگی دیتا

ہے، تروتازگی دیتا ہے، ہلکا پھلکا کر دیتا ہے اور آپ کو محسوس ہوتا ہے کہ آپ کسی پر فضا مقام کی سیر کر کے لوٹے ہیں۔ تازگی کی یہ ترسیل کسی بھی شاعر کے لیے قبولیت کی راہیں ہموار کرتی ہے۔

احمد رضا احمدی کی شاعری تجریدی شاعری ہے بلکہ غالب کلام تو تجریدی شاعری کے بجائے تجریدی مصوّری لگتا ہے (علا، :۱،۳)۔ مصوری کا ایک ذریعۂ اظہار Pen And Ink کہلاتا ہے۔ اس میں مصور خالی کاغذ پر نوکِ قلم سے نشان یا دھبّے ڈالتا جاتا ہے اور قریب سے دیکھیں تو یہ محض دھبے نظر آتے ہیں لیکن ذرا دور ہٹ کر دیکھیں تو انہی منظم اور مرتب دھبوں میں سے کوئی نقش ابھرتا ہے۔ احمدی کی شاعری بھی کچھ ایسی ہی ہے۔ وہ کاغذ پر لفظ لگاتے جاتے ہیں، کہاں، کون سا اور کیسا لفظ لگانا ہے اُن کو اچھی طرح پتا ہے۔ پھر وہ ذرا دور ہٹ کر دیکھتے ہیں تو اس میں سے تصویریں جھلکتی ہیں۔ ایک کے بعد ایک۔ ایک سے دوسری مختلف۔

احمدی کی شاعری میں موجود تصویروں سے کسی سیریز کا گمان نہیں ہوتا ہے۔ ان تصویروں کو ایک دوسری سے جوڑ کر آپ کوئی کہانی ترتیب نہیں دے سکتے۔ کسی طرح کے نظریات کا پرچار نہیں ہوتا۔ بس مختلف مناظر ہیں جو یکے بعد دیگرے آپ کے سامنے ابھرتے اور اوجھل ہوتے چلے جاتے ہیں۔ وہ مختلف لمحات کو اپنی نظموں میں قید کرتے ہیں اور لفظوں کے ذریعے تصویر بنا کر قاری کے سامنے رکھ دیتے ہیں۔ پھر وہ جو نتیجہ چاہے اُس میں سے نکالے، نکالے بھی یا نہ نکالے انھیں اس سے کوئی غرض نہیں ہے۔

احمد رضا احمدی کی شاعری کا ایک اور وصف اُن اشیا یا لوازم زندگی کی طرف غیر معمولی توجہ ہے جنھیں عام طور پر غیر اہم، غیر ضروری اور اضافی سمجھ کر نظر انداز کر دیا جاتا ہے (اسماعیلی وصدارت، ۱۳۴۷: ۲۷۱)۔ وہ زندگی کے اجتماعی اور انفرادی مسائل کو بطور ''کل'' کبھی بھی نہیں دیکھتے بلکہ ''جزو جزو'' کر کے دیکھتے ہیں۔ وہ زندگی کے حاشیے میں پڑی ہوئی چیزوں کو اصلِ متن سے زیادہ اہم

گردانتے ہیں کیونکہ ان کے نزدیک ان میں امکانات کی وسعت زیادہ ہوتی ہے۔

احمد رضا احمدی کا لفظی نظام بالکل تروتازہ اور روزمرّہ کے عام استعمال ہونے والے الفاظ پر اُستوار ہے۔ وہ پرانے الفاظ، استعارات، تشبیہات اور تراکیب کو قطعاً درخورِ اعتنا نہیں سمجھتے بلکہ اپنی اور اپنے عہد کے جوانوں کی پسند کے الفاظ، تشبیہات اور تراکیب تراشتے ہیں اور پھر ان میں سے اپنے مطلب کے مفاہیم نکالتے اور اپنی پسند کے معنی پہناتے ہیں۔ اُن کے استعارات نئے اور اچھوتے ہیں۔ اُن کے ہاں ایہام، ابہام کی حدوں کو چھونے لگتا ہے اور اُن کی نظموں کی بعض سطروں سے کوئی بھی مفہوم نکالنا کافی مشکل لگتا ہے لیکن وہ بات جس طرح کہنا چاہتے ہیں اُسی پیرائے میں کہتے ہیں۔ اس خیال سے بے نیاز کہ دوسروں پر بات کھُل بھی رہی ہے یا نہیں۔

احمدی کی شاعری کو قدامت پرستانہ شعری روایت اور متعین الفاظ و معانی کے خلاف جوان اور جدّت پسند نسل کا فطری، برمحل اور جارحانہ ردِعمل قرار دیا جا سکتا ہے (لنگرودی، ۱۳۷۰: ۳۴) یہ طرزِ شاعری درحقیقت روایت اور قدامت سے اکتائے ہوئے مغربی طرزِ فکر کے نمائندہ جوانوں کا مطلوبہ اور محبوب اسلوب قرار پایا اور بے پناہ مقبول ہوا۔ جدید نسل کی نمائندہ اور احمدی کی پیش رو فروغ فرخ زاد نے یہاں تک کہہ دیا کہ اُن کے کلام میں وہ بات موجود ہے جسے ہمیشہ یاد رکھا جا سکے۔

شاعر کے لیے نظم کی بنت یا ڈھانچا یا تشکیل بہت اہم ہوتی ہے۔ کسی بھی نظم کی مستحکم ساخت اور موثر بُنت ہی ادبی دنیا میں اس کی پائداری کی آئینہ دار سمجھی جاتی ہے اور احمدی کے کلام کا مطالعہ کرنے کے بعد بہ آسانی اس نتیجے پر پہنچا جا سکتا ہے کہ ہیئت اور ساخت کے اعتبار سے ان کی نظمیں مجموعی طور پر مضبوط اور توانا نہیں ہیں (علا، ۱۳۴۷)۔ یا تو انھوں نے شعوری طور پر ہیئت پر توجہ نہیں دی یا انھیں یہ مہارت حاصل نہیں تھی۔ گمان غالب یہ ہے کہ انھوں نے سوچ سمجھ کر نظم کے ظاہر کو مرتب

کرنے کی کوشش ہی نہیں کی بلکہ دل و دماغ کے کونوں میں پڑے ہوئے مناظر کو جوں کا توں اُٹھا کر نظم میں رکھ دیا ہے خواہ وہ ایک دوسرے سے میل کھاتے ہوں یا نہیں۔

البتہ نظم کے آغاز اور اختتام پر ان کی گرفت مضبوط اور فنکارانہ مہارت عروج پر نظر آتی ہے (براھنی: ۱۳۴۷) اور وہ ایسی کامیابی کے ساتھ نظم کا آغاز کرتے ہیں کہ قاری قید ہو جاتا ہے اور اس خوبی سے اختتام کرتے ہیں کہ فرحت بخش تازگی تادیر قاری پر طاری رہتی ہے۔

اپنی نظموں کے منظر تخلیق کرتے ہوئے وہ موجود اور ٹھوس چیزوں کے ساتھ ساتھ غیر مرئی اور محسوس اشیا کی برابر تجسیم کرتے چلے جاتے ہیں اور مزے کی بات یہ ہے کہ تجسیم اور تخلیق کے اس مرحلے میں مرئی اور غیر مرئی اشیا کے درمیان تفریق اور تحدید اُسی طرح برقرار رہتی ہے۔ مجسم ہو کر بھی احساس، احساس کی طرح لطیف رہتا ہے۔

احمدی نے اپنی شاعری میں فطرت، مناظرِ فطرت اور مناظرِ فطرت کے نظارے کے ساتھ پیدا ہونے والی فطری خواہشات اور امنگوں کو بھی بہت خوبصورتی سے بیان کیا ہے۔ وہ کسی بھی قدرتی منظر کے اندر موجود کسی بھی خالی جگہ پر اپنی خواہش کے اجزا اس خوبصورتی اور ہنر مندی کے ساتھ سجاتے ہیں کہ خواہش خود منظر کا حصہ لگنے لگتی ہے۔

احمدی کی شاعری کا ایک اور حسن ان کے لب و لہجے کا اعتماد اور رائے کا دوٹوک ہونا ہے۔ وہ جو کچھ کہتے ہیں، یقین اور اعتماد سے کہتے ہیں۔ وہ نظموں میں جہاں کہیں بھی اپنے کسی ذاتی تجربے کا خلاصہ بیان کرتے ہیں تو تیقن اس کی اساس ہوتا ہے۔ وہ کہیں کہیں تو قلندرانہ شان سے یوں فیصلہ صادر کرتے ہیں جیسے انھیں براہِ راست تائیدِ ایزدی حاصل ہو۔ ان کی نظموں میں سے ایسی بیسیوں سطروں کا بہ آسانی انتخاب کیا جا سکتا ہے جو ضرب المثل کا درجہ رکھتی ہیں۔ وہ مجرّد سطروں کے شاعر ہیں۔

احمد رضا احمدی کے ہاں اگرچہ کوئی مربوط اور مبسوط فلسفہ یا فکری دھارا نظر نہیں آتا لیکن ان کا کلام ایسی مثالوں سے خالی نہیں جن میں وہ اجتماعی مسائل اور مصائب کی نشان دہی کرتے نظر آتے ہیں۔ انہیں قدامت سے چڑ ہے، ملاوٹ سے نفرت ہے وہ معاشرے کو نئے امکانات سے روشناس کرانا چاہتے ہیں اور اسے خالص ایرانی بنیادوں پر استوار دیکھنا چاہتے ہیں۔ جھوٹ، ریاکاری، منافقت، جبر اور مایوسی ایسے ناپسندیدہ عناصر ہیں جن کے خلاف وہ کبھی کھل کر اور کبھی حقارت آمیز تمسخر کا سہارا لے کر نبرد آزما ہوتے ہیں۔ وہ بغاوت کو اطاعت پر ترجیح دیتے ہیں۔ انھیں آزادی پسند ہے، فکر کی آزادی، گفتار کی آزادی، کردار کی آزادی۔ وہ خود کو اور دوسروں کو بدلنا چاہتے ہیں۔ وہ دوستی اور اعتماد کے راستوں پر فرد کو اور معاشرے کو لے جانا چاہتے ہیں۔ وہ نجات کے متلاشی ہیں اور نجات کو محبت میں مضمر گردانتے ہیں۔

ان کے کلام میں امید ہے، وہ مایوس نہیں ہوتے اور نہ مایوس ہونے دیتے ہیں۔ درد کی اور کرب کی دھیمی آنچ اور ہلکی کسک ان کی نظموں کے بین السطور سے جھلکتی ہے لیکن وہ اسی کرب اور درد کو طاقت بنا کر امید کے سانچوں میں ڈھالتے ہیں۔

احمد رضا احمدی کے معترفین اور ناقدین کا سب سے بڑا اعتراض یہ ہے کہ وہ کسی فکر کا پرچار نہیں کرتے بلکہ لفظوں سے لفظ ملا کر محض ایک آرائشی تصویر بناتے ہیں جس کی ظاہری چکا چوند ان کے باطن میں اترنے نہیں دیتی اور اگر محنت کر کے کوئی ان کے لفظی محلات کے اندر چلا بھی جائے تو اندر کچھ نہیں ملتا اور مزیدار بات یہ ہے کہ اس کے معترفین اسی ظاہری دلفریبی اور لفظی در و بست کو ان کے فن کا حقیقی مظہر قرار دیتے ہوئے اس کی تحسین کرتے ہیں کہ وہ کوئی مثبت یا منفی خطبہ دیے بغیر قاری کی حسِ جمالیات اور ادبی ذوق کی تسکین کرتے ہیں

بہر حال یہ بات طے ہے کہ احمد رضا احمدی کے طرزِ سخن اور اسلوبِ بیان کی تعریف اور تقلید

کرنے والوں کی غیر معمولی تعداد موجود ہے اور جدید ایرانی شاعری پر ان کے اثرات نا قابلِ تردید ہیں۔ البتہ قدیم شعری روایات کے پرستار روایتی قلمکار ان کی کھل کر مخالفت بلکہ مذمت بھی کرتے آ رہے ہیں۔

مجموعی طور پر احمد رضا احمدی ایک کامیاب، پر اثر، پُر گو، مقبول اور متنازعہ شاعر ہیں۔ ان کے کلام کا ظاہر پر کشش اور پیچیدہ لیکن ان کے احساسات پاکیزہ اور سادہ ہیں۔ اپنے اسلوب کی تازگی اور نو آوری کی بنا پر وہ فارسی شاعری کے آئندہ کے افق پر بہت دیر تک زیر بحث رہیں گے۔

☆☆☆☆

منابع:

- راشد، ن۔م، ۱۹۸۷ء، جدید فارسی شاعری، مجلس ترقی ادب، لاہور
- شمس لنگرودی، ۱۳۷۹ش، تاریخ تحلیلی شعرنو، ج ۳/۳۲، تہران، نشر مرکز
- تہران ٹائمز، ۱۱۔ اگست ۲۰۱۱ء
- اسماعیل نوری علا، صور و اسباب در شعر امروز ایران، ص ۳۰۱، تہران،
- در بارۂ احمد رضا احمدی، ۱۳۴۷، جاودانہ فردغ فرخ زاد، امیر اسماعیلی و ابوالقاسم صدارت، انتشارات مرجان، ص ۲۷۱، تہران،
- تاریخ تحلیلی شعرِ نو۔ ص ۳۴۔
- جاودانہ فردغ فرخ زاد، ص ۱۱۷۔
- اسماعیل نوری، علا، ۱۳۴۷، بررسی کتاب، دورۂ دوم، شمارہ سوم، بررسی ''وقت خوب مصائب'' ص ۱۰۲، تہران
- رضا براہنی، ۱۳۴۷، فردوسی ''مناجات یک جنین''، شمارہ ۸۸۰۔۸۸۱، ص ۵۱۔
- مہرداد صمدی، در بارۂ شعر احمد رضا احمدی، تیر ۱۳۴۳، جنگ طرفہ، ص ۳۲۔
- دکتر تسلیمی علی، ۱۳۸۳، گزارہ ھایی در ادبیاتِ معاصر ایران (شعر)، تہران، نشر اختران، ص ۱۶۷۔
- جدید فارسی شاعری، ص ۹۔